OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 8, Issue 4 (October-December 2025)

پاکستانی بلاسفیمی قوانین اور ان کے معاصر اطلاقات

Pakistani Blasphemy Laws and their Contemporary Applications

Bilqees Faiz

PhD Scholar of specialization in Hadīth and Seerah, IUB

hlashari023@gmail.com

DOI: https://doi.org/10.53762/alqamar.08.04.u08

Abstract

The blasphemy laws in Pakistan represent a complex intersection of religion, law, and politics that continues to shape the moral and legal landscape of the state. Originating from colonial-era legislation and later embedded within the country's constitutional and penal frameworks, these laws have evolved into a defining element of Pakistan's socio-religious identity. Yet, in the contemporary context, they pose one of the most intricate challenges for governance, human rights, and social cohesion within an Islamic polity striving to balance faith and justice.

The enduring importance of these laws lies in their intent to safeguard the sanctity of religion, a cornerstone of social harmony in a faith-based society. However, the misuse of such provisions—whether driven by personal vendettas, sectarian motives, or populist impulses—has often undermined both the spirit of justice and the credibility of the judicial process. Thus, their re-evaluation is not merely a legal necessity but a moral imperative to restore balance between reverence and reason.

Addressing the structural and procedural flaws requires a multidimensional approach: strengthening evidentiary standards, ensuring judicial independence, and institutionalizing mechanisms that prevent the exploitation of religious sentiment. Moreover, fostering legal literacy and interfaith dialogue can create a social environment resistant to mob influence and emotional manipulation.

In an era dominated by digital expression, blasphemy-related disputes have transcended physical boundaries and entered the virtual realm, intensifying societal polarization. To navigate this challenge, Pakistan must adopt comprehensive reforms that combine legal restraint with educational and ethical transformation—allowing the blasphemy framework to evolve from an instrument of division into a symbol of justice, dignity, and enlightened faith.

Keywords: Constitution of Pakistan, Blasphemy Laws, Council of Islamic Ideology, Human Rights, Social Impacts, Religious Freedom, Misuse of Law, Blasphemy Business Case, Religious Extremism, Intellectual Moderation.

تمہید

پاکستان میں بلاسفیمی قوانین کا موضوع نہایت نازک اور اہم ہے، جو مذہبی حساسیت، قانونی پیچیدگیوں اور سماجی اثرات کا مجموعہ ہے۔ یہ قوانین بنیادی طور پر اسلامی عقائد، مقدسات اور انبیاء علیہم السلام کی حرمت کے تحفظ کے لیے بنائے گئے تھے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے نفاذ میں کئی چیلنجز، تنازعات اور غلط استعمال کے واقعات سامنے آئے۔ اس تحقیق کا مقصد ان قوانین کے تاریخی پس منظر، موجودہ صورتِ حال، اور ان کے اثرات کا غیر جانب دارانہ جائزہ پیش کرنا ہے، تاکہ ان کی اصل روح اور مقصد کو سمجھا جاسکے۔

لفظ **"Blasphemy"** یونانی (Greek) لفظ ***blasphemia*** سے ماخوذ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے ***blapto*** : بمعنی *to injure* (نقصان پہنچانا) اور ***pheme*** بمعنی *utterance, speech* (گفتگو یا قول)۔ =ان دونوں کے مجموعے سے "Blasphemy" کا مفہوم بنتا ہے": **قول یا فعل کے ذریعے کسی مقدس ہستی یا عقیدے کی اہانت یا توہین کرنا**"۔ [1،2] یہ مفہوم

Classical Greek, Biblical Greek، اور بعد میں Latin، Old French کے ذریعے **انگریزی** میں داخل ہوا۔ ابنِ منظور لکھتے ہیں: السَّبُّ (الشَّتْمُ، وَهُوَ مَأْخُوذٌ مِنَ الْقَطْعِ) یعنی **سبّ** کا مطلب ہے "گالی دینا" یا "کسی کو برا بھلا کہنا"، اور اس کی اصل **قطع** (کاٹ دینا) سے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی کسی دوسرے کو "سبّ" کرتا ہے تو دراصل وہ اس کے احترام، تعلق یا عزت کے رشتے کو کاٹ دیتا ہے۔ "السبُّ: الشتم، وهو مصدرسَبَّه، يَسُبُّه سَبّاً[3] شتم کرنا / بدگوئی کرنا / گالی دینا" کا مطلب بھی اس مادے نے اختیار کیا، یعنی کسی شخص یا چیز کو برا کہنا۔ لہٰذا، جب کسی نے کہا کہ "سبّ الرجلَ" تو اس نے اِس لفظ کو گالی دینے یا برا بھلا کہنے کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے یعنی ایک انسان کو زبانی نقصان پہنچانا ہے۔ زبیدی کے مطابق: "برا کہنا، عار دلانا"[4]۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "سَبٌّ: یہ کلام ہے جس کا مقصد کسی کی اہانت اور عار دلانا ہو"[5] لفظ "سبّ" قرآنِ مجید میں واضح طور پر **سورۃ الانعام** میں آیا ہے:

"**وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ**"[6] اور تم اُن (بتوں) کو گالی نہ دو جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دشمنی میں بغیر علم کے اللہ کو گالی دینے لگیں۔[7]

اس آیت میں بھی "سب" گالی یا برا بھلا کہنے کے لیے آیا ہے۔ نیز یہ آیت ایک اصول بھی بیان کرتی ہے کہ کسی بھی مذہب کے پیشواؤں برا بھلا نہ کہا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ**"[8] کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس سے لڑنا کفر کے مترادف ہے۔

اصطلاحی مفہوم: توہین یا شتم کے لغوی معنی کسی کے مقام و مرتبہ کو گرانا، تذلیل کرنا یا تحقیر کے ہیں۔ اسلامی تناظر میں بلاسفیمی (Blasphemy) سے مراد ایسے اقوال یا افعال ہیں جن میں اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام علیہم السلام، قرآنِ مجید یا شعائرِ اسلام کی بے ادبی یا گستاخی پائی جائے۔

قرآنِ مجید نے صریح طور پر رسول اللہ ﷺ کی اہانت کو کفر اور عذابِ الیم کا موجب قرار دیا ہے: **اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا**[9] بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول ﷺ کی توہین محض اخلاقی جرم نہیں بلکہ عقیدے کے منافی جرم ہے، جس کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں سخت قرار دی گئی ہے۔

متعدد احادیث شاتم الرسول ﷺ کی سزا سخت سے سخت دیتی ہیں۔

کعب بن اشرف رسولِ اکرم ﷺ کی توہین، مسلمان عورتوں پر تہمت اور کفارِ مکہ کو نبی ﷺ کے خلاف جنگ پر اُکسایا تھا۔

"**مَن لِكَعبِ بنِ الأَشرفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ**[10]" کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے؟ اس نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔ اسی طرح نابینا صحابی کی ایک لونڈی جو ﷺ کی خاتم النبیین کی شان میں گستاخی کرتی اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ صحابی نے اسے کئی مرتبہ روکا مگر وہ باز نہ آئی۔ ایک رات جب اس نے پھر گستاخی کی تو صحابی نے خنجر

سے اس کا گلا کاٹ دیا۔ صبح جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس واقعے کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ" [11] گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔

فقہی طور پر جمہورِ ائمہ—بالخصوص امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور متقدمین احناف کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اہانت کرے تو وہ مرتد ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" میں لکھتے ہیں کہ:"وأما من سب الله تعالى أو النبي صلى الله عليه وسلم أو أحداً من الملائكة أو الأنبياء، فإن كان»مسلماً قتل اتفاقاً. واختلف هل يستتاب أو لا، المشهور عند المالكية عدم الاستتابة وإن كان كافراً، فإن سب بغير ما به كفر، فعليه القتل، وإلا فلا قتل عليه"[12] اور جو شخص اللہ تعالیٰ، نبی اکرم ﷺ، یا کسی فرشتے یا نبی میں سے کسی کو گالی دے (سبّ کرے)، اگر وہ مسلمان ہے تو بالاتفاق اسے قتل کیا جائے گا۔ البتہ یہ اختلاف ہے کہ کیا اسے توبہ کی مہلت دی جائے یا نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ اسے توبہ کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ پس اگر اس نے ایسی بات سے سبّ (توہین) کی ہو جس کے ذریعے کفر لازم نہیں آتا، تو اس پر قتل واجب ہے، اور اگر ایسا نہیں کیا تو اس پر قتل واجب نہیں۔ اسی طرح امام ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ شان رسالت مآب صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اہانت و گستاخی کے مرتکب کی سزا کے متعلق فرماتے ہیں:"فإنه يقتل حداً ولا تقبل توبته لأن الحد لايسقط بالتوبة، وأفاد أنه حكم الدنيا وأما عند االله تعالىٰ فهي مقبولة".ترجمہ: اسے حداً قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ حد توبہ سے ساقط و معاف نہیں ہوتی، یہ حکم اس دنیا سے متعلق ہے جبکہ آخرت میں اللہ رب العزت کے ہاں اس کی توبہ مقبول ہو گی۔"

ولا خلاف بين المسلمين أن من قصد النبي ﷺ بذلك فهو ممن ينتحل الإسلام أنه مرتد فهو يستحق القتل[13]

تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت اور ایذا رسانی کا قصد کیا وہ مسلمان کہلاتا ہو تو بھی وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

پاکستان کا وجود ایک نظریاتی ریاست کے طور پر ہوا، جس کی روحانی بنیادوں میں محبت رسول ﷺ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ محبت محض

انفرادی جذبہ نہیں، بلکہ قومی تشخص کا بنیادی ستون ہے۔ اسی لیے توہین رسالت کے قوانین کو محض قانونی شقوں کے بجائے اس نظریاتی وجود کے تحفظ کا حکیمانہ نظام سمجھنا چاہیے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ اگرچہ پاکستان میں مکمل شرعی نظام نافذ نہیں، لیکن اس قانون کے ذریعے اسلام کے اس بنیادی تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہے جو کسی بھی اسلامی معاشرے کے لیے ناگزیر ہے۔ درحقیقت، یہ قانون اسلامی جمہوریت کے اس توازن کو برقرار رکھنے کی سعی کرتا نظر آتا ہے جو پاکستان کی دستوری تاریخ کا خاصہ رہا ہے - جہاں جمہوری اصولوں کے ساتھ ساتھ اسلامی اقدار کے تحفظ کو بھی یکساں اہمیت دی گئی ہے۔

یہ قانون معاشرے کے اجتماعی ضمیر کی آواز ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ پاکستان میں قانون سازی صرف زمینی تقاضوں کے تحت نہیں، بلکہ نظریاتی وفاداریوں کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے اس پہلو کو خاص طور پر شامل کیا گیاہے جو معاشرتی امن وہم آہنگی کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔

پاکستانی قانون کا ارتقاریاست کے تین اہم آئینوں (1956، 1962، اور 1973) کے ذریعے ہوا ہے، جن میں سے ہر ایک کے مختلف ادوار میں اتار چڑھاؤ اور تبدیلیاں آئیں. 1956 کے آئین سے شروع ہو کر، 1973 کے آئین تک، جو فی الحال ملک کا سب سے اہم قانون ہے، پاکستان کا قانون مختلف فوجی اور سیاسی ادوار سے گزرا ہے. 1973 کے آئین میں اٹھارویں ترمیم جیسے اہم اقدامات سے صدارتی اختیارات پارلیمنٹ کو منتقل ہوئے، جس سے اختیارات کا توازن بدلا ہے.

پاکستان پینل کوڈ (تعزیراتِ پاکستان) کی دفعات 295 تا 298: متن اور مفہوم

Section 295 – "Whoever destroys, damages or defiles… " [14]

جو شخص کسی عبادت گاہ کو تباہ کرے، نقصان پہنچائے یا ناپاک کرے، یا کسی ایسی مقدس شے کو بگاڑے جو کسی طبقے کے نزدیک قابلِ احترام ہو،

اور اس نیت سے ایسا کرے کہ اس طبقے کے مذہب کی توہین ہو، یا یہ جانتے ہوئے کہ یہ عمل اس مذہب کی توہین سمجھا جائے گا، تو ایسے شخص کو دو سال تک قید، یا جرمانہ، یا دونوں کی سزا دی جائے گی۔

Section 295-A – "Whoever, with deliberate and malicious intention… " [15]

جو شخص دانستہ اور بدنیتی سے کسی طبقے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے، زبان، تحریر، یا کسی بصری اظہار کے ذریعے اس طبقے کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے، تو ایسے شخص کو دس سال تک قید، جرمانہ، یا دونوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔

Section 295-B – "Whoever wilfully defiles, damages or desecrates… " [16]

جو کوئی جان بوجھ کر قرآنِ مجید کے کسی نسخے یا اس کے کسی اقتباس کو ناپاک کرے، نقصان پہنچائے، یا کسی توہین آمیز یا غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرے، تو اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔

Section 295-C – "Whoever by words, either spoken or written… " [17]

جو کوئی زبان، تحریر، یا کسی بصری اظہار، یا کسی اشارے، کنایے یا الزام کے ذریعے، براہِ راست یا بالواسطہ طور پر حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے، تو ایسے شخص کو سزائے موت یا عمر قید دی جائے گی، اور وہ جرمانہ ادا کرنے کا بھی ذمہ دار ہو گا۔

وضاحت برائے 295-C: ترامیم وعدالتی فیصلے - یہ دفعہ Criminal Law (Amendment) Act III of 1986 کے ذریعے جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں شامل کی گئی۔ بعد ازاں وفاقی شرعی عدالت (Federal Shariat Court) نے اپنے

فیصلے PLD 1991 FSC 10 میں قرار دیا کہ اس دفعہ کے تحت صرف سزائے موت دی جاسکتی ہے، عمر قید کا اختیار نہیں رہے گا۔[18]

Section 298-A – "Whoever by words, either spoken or written... "

جو کوئی زبان، تحریر، یا کسی بھی ظاہری اظہار کے ذریعے حضرت محمد ﷺ، انبیائے کرام علیہم السلام، اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم یا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی توہین کرے، یا ان کے بارے میں نامناسب، توہین آمیز یا ناپسندیدہ الفاظ استعمال کرے، تو اسے تین سال

تک قید، یا جرمانہ، یا دونوں کی سزا دی جائے گی۔

Section 298-B – "Any person of the Qadiani group or the Lahori group (who call themselves 'Ahmadis'... "[19]

جو کوئی شخص جو قادیانی یا لاہوری گروہ سے تعلق رکھتا ہے (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں)، اگر وہ:

1. اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہے،

2. اپنی اذان میں وہ الفاظ استعمال کرے جو مسلمانوں کی اذان میں استعمال ہوتے ہیں،

3. یا اپنے مذہبی شعار اس طرح اپنائے جس سے عام مسلمانوں کو دھوکا ہو، تو اسے تین سال تک قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

Section 298-C – "Any person of the Qadiani group or the Lahori group (who call themselves 'Ahmadis')... "[20]

جو کوئی شخص جو قادیانی یا لاہوری گروہ (احمدی) سے تعلق رکھتا ہے، اگر وہ خود کو مسلمان ظاہر کرے، یا اپنے مذہب کو اسلام کہے، یا اپنے مذہبی شعائر کو اسلامی شعائر کے طور پر پیش کرے، یا کسی طرح حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ماننے کا ظاہری دعویٰ کرے، تو اسے تین سال تک قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

پاکستان میں بلاسفیمی قوانین اور اس کا ارتقاء:

برصغیر میں توہینِ مذہب سے متعلق قوانین کی بنیاد برطانوی راج کے دور میں رکھی گئی۔ 1860ء میں Indian Penal Code (IPC) نافذ ہوا، جس میں دفعہ 295 کے تحت "مذہبی مقامات یا جذبات کو نقصان پہنچانے" کے جرائم کی سزا متعین کی گئی۔ آزادی کے بعد پاکستان نے یہ ضابطہ برقرار رکھا، لیکن وقت کے ساتھ اسلامی نظریاتی تحریک، عوامی جذبات اور مذہبی رہنماؤں کے مطالبات کے باعث قوانین میں ترامیم کی گئیں۔ نوآبادیاتی دور: قانونی بنیادوں کا استحکام (1860ء-1927ء) برطانوی

راج کے دوران برصغیر میں متعارف ہونے والے قوانین نے پاکستان میں بلاسفیمی کے موجودہ قوانین کی بنیاد رکھی۔ اس دور کا مقصد مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان ہونے والے تشدد کو روکنا تھا۔

ابتدائی شقیں (1860ء): تعزیرات ہند 1860ء میں سیکشن 295، 296، 297 اور 298 شامل تھے۔ سیکشن 295 کسی بھی عبادت گاہ کو جان بوجھ کر تباہ کرنے، نقصان پہنچانے یا بے حرمتی کرنے سے متعلق تھا۔ سیکشن 296 مذہبی اجتماعات میں جان بوجھ کر خلل ڈالنا، سیکشن 297 تدفین کی جگہوں میں دراندازی، اور سیکشن 298 جان بوجھ کر مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے سے متعلق تھا۔ یہ شقیں بنیادی طور پر مذہبی عبادت گاہوں اور رسومات کے تحفظ سے متعلق تھیں، جن کا مقصد بین المذاہب ہم آہنگی کو برقرار رکھنا تھا۔[21]

سیکشن 295–اے کا اضافہ (1927ء): 1924ء میں راجپال نامی شخص نے توہین رسالت پر مبنی ایک کتاب شائع کی، جس کے چھ ماہ بعد ایک نوجوان علم دین نے اسے قتل کر دیا۔ اس واقعے کے رد عمل میں برطانوی حکومت نے 1927ء میں سیکشن 295–اے شامل کیا، جو کسی بھی مذہب کے خلاف جان بوجھ کر اور بدنیّتی سے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی کارروائی کو جرم قرار دیتا تھا۔ اس کی سزا دس سال قید تک ہے۔ یہ ترمیم مذہبی تنازعات کو روکنے کے لیے ایک preventative اقدام تھا اور اس میں تمام مذاہب کو یکساں تحفظ دیا گیا تھا۔[22]

ضیاء الحق کا دور: قوانین میں تبدیلی اور اسلامائزیشن (1980ء–1986ء)

1977 سے 1988 تک جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں بلاسفیمی قوانین میں انتہائی اہم اور سخت ترامیم کی گئیں، جن کا محرک معاشرے کو اسلامی رنگ میں رنگنا تھا۔

- سیکشن 298–A (1980ء): یہ شق اسلامی مقدس شخصیات کے بارے میں توہین آمیز بیانات کو جرم قرار دیتی ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ سزا تین سال قید ہے۔[23]
- سیکشن 295–B (1982ء): اس شق کے تحت جان بوجھ کر قرآن پاک کی بے حرمتی کرنا جرم قرار پایا، جس کی سزا عمر قید مقرر ہوئی۔[24]
- احمدی برادری کو نشانہ بنانے والی شقیں: اس دور میں مخصوص طور پر احمدی مسلم اقلیت کو نشانہ بنانے کے لیے سیکشن 298–B اور 298–C (1984ء) میں احمدیوں کو اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔[25،26]
- سیکشن 295–C (1986ء): یہ سب سے اہم شق شامل کی گئی، جو پیغمبر اسلام حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کو جرم قرار دیتی ہے۔ ابتدائی طور پر اس کی سزا موت یا عمر قید تھی۔ اس شق نے بلاسفیمی کے مقدمات کو ایک نئی اور شدید نوعیت دی۔[27]

سزائے موت کا لازمی ہونا اور موجودہ دور کے چیلنجز (1990 تا حال)

1990ء کی دہائی میں بلاسفیمی قوانین میں ایک اور اہم موڑ آیا، جس نے ان مقدمات کے نتائج کو مزید سنگین بنا دیا۔

- 1990ء میں وفاقی شرعی عدالت نے جماعت اسلامی کی ایک درخواست پر فیصلہ دیا کہ سیکشن 295-C کے تحت سزائے موت لازم ہے۔ اس وقت کی حکومت نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل نہیں کی، جس کے بعد سے یہ سزا پاکستان کی تمام عدالتوں کے لیے لازمی قرار پا گئی۔[28]
- اگرچہ سزائے موت لازمی ہے، لیکن عملی طور پر پاکستان میں اب تک کسی کو بھی توہین مذہب کے جرم میں پھانسی نہیں دی گئی ہے۔ سپریم کورٹ میں اپیل کرنے پر سزائے موت کو اکثر عمر قید میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

پاکستان میں بلاسفیمی قوانین کے ارتقاء کو بین الاقوامی تناظر میں دیکھنا بھی اہم ہے۔

- مغربی ممالک میں رجحان: مغربی ممالک میں آزادی اظہار رائے کو ترجیح دیتے ہوئے توہین مذہب کے قوانین کو ختم کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ برطانیہ (2008ء)، ڈنمارک، فرانس اور نیدرلینڈز جیسے ممالک نے حالیہ برسوں میں ایسے قوانین کو منسوخ کیا ہے۔
- متبادل نقطہ نظر: یورپی کورٹ آف ہیومن رائٹس جیسی عدالتوں نے بھی کئی مواقع پر یہ فیصلہ دیا ہے کہ مذہبی جذابات کے تحفظ کے لیے آزادی اظہار پر مناسب پابندیاں عائد کرنا انسانی حقوق کے اصولوں کے منافی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر آسٹریا کی عدالتوں کے ایک فیصلے کو یورپی عدالت برائے انسانی حقوق نے برقرار رکھا تھا، جس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ مذہبی شخصیات کی توہین کو نفرت انگیز تقریر کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔[29]

پاکستان کی موجودہ صورت حال

انسانی تاریخ میں قانون کے ماخذ کے حوالے سے دو بنیادی تصورات پائے جاتے ہیں۔ پہلا تصور وہ ہے جس کا ماخذ خود انسان، اس کی عقل اور اس کے تجربات ہیں، جیسے کہ جدید جمہوری قوانین۔ دوسرا تصور وہ ہے جس کا ماخذ ایک الہامی وحی ہے، اور اسلام کا قانونی نظام جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کیا گیا۔ خالقِ کائنات ہی اپنی مخلوق کی فطرت، اس کی ضروریات اور اس کی فلاح و بہبود کو مکمل طور پر جانتا ہے۔ لہٰذا، اس کا مقرر کردہ قانون جس میں عبادات، اخلاقیات، معاملات اور سزائیں سب شامل ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور قیامت تک آنے والے تمام ادوار میں انسانی معاشرے کی رہنمائی اور بقا کے لیے کافی ہے۔ اس نظام کی بنیادی خصوصیت اس کا استحکام اور دوام ہے، جو اسے متغیر اور ارتقاپذیر انسانی ساختہ قوانین سے ممتاز کرتی ہے۔

اسلامی قانون کا فلسفہ درحقیقت ایک ہمہ جہت حکمت عملی پر مبنی ہے۔ جہاں ذاتی سطح پر معافی کو فروغ دیا جاتا ہے، مگر اجتماعی سطح پر ان جرائم کے لیے سخت رد عمل موجود ہوتا ہے جو پورے تہذیبی ڈھانچے کو متاثر کر سکتے ہیں۔ یہی وہ توازن ہے جو کسی بھی انسانی معاشرے کو انتشار سے بچاتا ہے، خواہ وہ معاشرہ کسی بھی جغرافیے یا دور میں قائم ہو۔ پاکستان کا وجود ایک نظریاتی ریاست کے طور پر ہوا، جس کی روحانی بنیادوں میں محبت رسول ﷺ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ محبت محض انفرادی

جذبہ نہیں، بلکہ قومی تشخص کا بنیادی ستون ہے۔ اسی لیے توہین رسالت کے قوانین کو محض قانونی شقوں کے بجائے اس نظریاتی وجود کے تحفظ کا حکیمانہ نظام سمجھنا چاہیے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اگرچہ پاکستان میں مکمل شرعی نظام نافذ نہیں، لیکن اس قانون کے ذریعے اسلام کے اس بنیادی تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہے جو کسی بھی اسلامی معاشرے کے لیے ناگزیر ہے۔ درحقیقت، یہ قانون اسلامی جمہوریت کے اس توازن کی بہترین عکاسی کرتا ہے جو پاکستان کی دستوری تاریخ کا خاصہ رہا ہے – جہاں جمہوری اصولوں کے ساتھ ساتھ اسلامی اقدار کے تحفظ کو بھی یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ مختلف ادوار میں حکمرانوں نے "سیاست کو اسلامی ٹچ" دینے کی کوشش کی ہے، خواہ وہ لیاقت علی خان کی قرارداد مقاصد ہو، بھٹو کا آئین 1973 ہو، ضیا الحق کی اسلامائزیشن ہو، یا نواز شریف کا شریعت بل، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان میں مذہب اور سیاست کا گہرا تعلق ہے۔

پاکستان کا یہ سفر عالمی برادری، خاص طور پر مغربی ممالک، کے لیے ہمیشہ سے تنقید اور تجسس کا باعث رہا ہے۔ ایسا نہیں دنیا میں واحد پاکستان میں بلاسفیمی کے قوانین پائے جاتے ہوں۔ اگرچہ مغربی دنیا بظاہر "فریڈم آف اسپیچ (Freedom of Speech)" کی علمبردار ہے، مگر جب قومی وقار، تاریخی حقائق یا مقدس علامتوں کی حرمت کی بات آتی ہے، تو یہی دنیا اظہار کی آزادی پر سخت قدغنیں عائد کرتی ہے۔ جرمنی اس کی نمایاں مثال ہے، جہاں آج بھی "نازی سلام (Nazi Salute)" یا "ہولوکاسٹ کی نفی (Holocaust Denial)" قابلِ تعزیر جرم ہیں۔ جرمن قانون (StGB) Strafgesetzbuch کی دفعہ 86 a کے تحت کسی بھی غیر آئینی جماعت یا نازی علامت کے استعمال کو ممنوع قرار دیتا ہے، اور اس کی سزا تین سال قید یا جرمانہ ہے۔[30]

یہ امر واضح کرتا ہے کہ مغرب کے نزدیک بھی آزادیٔ اظہار مطلق نہیں، بلکہ قومی اور اخلاقی حرمت کی حدود میں مقید ہے۔ اسی طرح StGB کی دفعہ 130 ("Volksverhetzung") کے مطابق کسی مذہبی یا نسلی گروہ کے خلاف نفرت انگیز تقریر یا تحریر کرنا، یا ماضی کی جنگی مظالم کی تردید کرنا جرم ہے۔ اس جرم کی سزا پانچ سال تک قید یا جرمانہ ہے۔[31] یہ قانون اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جرمنی میں بھی ایسی تقریر یا اظہار پر پابندی عائد ہے جو اجتماعی امن، مذہبی ہم آہنگی یا قومی حرمت کو مجروح کرے—وہی اصول جو اسلامی قانونِ حرمتِ مقدسات کے پس منظر میں پائے جاتے ہیں۔

تاہم جرمنی کے آئین (Basic Law) Grundgesetz کے آرٹیکل 102 کے مطابق اب سزائے موت ختم کر دی گئی ہے[32]۔ لیکن اس سے قبل نازی دور اور اس کے بعد کے ابتدائی عشروں میں ایسے جرائم پر سخت ترین سزائیں، بشمول سزائے موت، دی جاتی رہی ہیں۔ آج اگرچہ سزا کی نوعیت میں نرمی آئی ہے، لیکن قانون کی روح اب بھی اسی فلسفے کو برقرار رکھتی ہے کہ مقدس تاریخی شعائر یا انسانی حرمت کی اہانت ناقابلِ برداشت جرم ہے۔ یہ قانونی ارتقاء اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ "حرمتِ شعائر" صرف مشرقی یا اسلامی تصور نہیں، بلکہ مغربی قانونی روایت میں بھی اسے اجتماعی نظم اور اخلاقی توازن کے لیے ضروری مانا گیا ہے۔

یوں اگر پاکستان میں توہینِ رسالت (PPC 295-C) یا قرآن کی توہین (PPC 295-B) جیسے قوانین نافذ ہیں، تو یہ کسی

مذہبی شدت پسندی کا نتیجہ نہیں، بلکہ اخلاقی و سماجی استحکام کی وہی ضرورت ہے جو جرمنی میں بھی دوسرے انداز سے تسلیم کی گئی ہے۔

پاکستان اقوام متحدہ کے چارٹر کا حصہ ہے اور بین الاقوامی قوانین کا پابند ہے۔ کسی بھی کمزور مسلمان ملک کے خلاف ادنیٰ سا بہانہ بھی کارروائی کا جواز بن سکتا ہے، لہٰذا پاکستان کو اپنے بین الاقوامی وعدوں اور اپنے نظریاتی تشخص کے درمیان توازن قائم رکھنا ہوتا ہے۔

بین الاقوامی برادری کے ساتھ پاکستان نے مختلف انسانی حقوق سے متعلق معاہدات کیے ہیں جن میں Universal Declaration of Human Rights (UDHR, 1948)، International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR, 1966)، Convention on the Rights of the Child (CRC, 1989) اور Convention Against Torture (CAT, 1984) شامل ہیں۔ ان معاہدات کے تحت ریاستوں پر لازم ہے کہ وہ شہریوں کو بنیادی حقوق اور آزادیٔ اظہار کی ضمانت دیں، تاہم ان میں یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ آزادیٔ اظہار دوسروں کے مذہبی اور اخلاقی جذبات کو مجروح نہ کرے (ICCPR, Art. 19)۔

پاکستان، ایک اسلامی جمہوریہ ہونے کے ناطے، ان بین الاقوامی وعدوں کا احترام بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنے آئینی تقاضوں کو بھی مقدم رکھتا ہے۔ آئینِ پاکستان کی دفعہ 19 کے مطابق آزادیٔ اظہار بنیادی حق ہے لیکن یہ آزادی اس وقت محدود ہو جاتی ہے جب بات اسلام کے تقدس، ریاست کی سالمیت یا عوامی نظم کے خلاف ہو۔ یہی وہ آئینی بنیاد ہے جس پر تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ C-295 مرتب کی گئی، جو توہینِ رسالت ﷺ کے جرم پر سزائے موت یا عمر قید تجویز کرتی ہے۔

پاکستان کی حکومت اس توازن کو برقرار رکھنے کے لیے دوہری جدوجہد کرتی رہی ہے: ایک طرف وہ بین الاقوامی دباؤ کو تسلیم کرتے ہوئے انسانی حقوق کے معیارات پر عمل درآمد کی کوشش کرتی ہے، اور دوسری طرف عوامی مذہبی حساسیت اور اسلامی اقدار کے تحفظ کو اپنی ریاستی پالیسی کا حصہ بناتی ہے۔ یہی وہ معتدل راستہ ہے جو پاکستان کے آئینی تشخص اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کے درمیان ایک عملی توازن پیدا کرتا ہے۔

حالیہ "بلاسفیمی بزنس کیسز" میں دیکھا گیا کہ مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے الزامات کے تحت گرفتاریاں اور عدالتی کارروائیاں عمل میں آئیں، تاہم تفتیشی مراحل میں شواہد کی کمی، گواہوں کے متضاد بیانات اور بعض مقدمات میں ذاتی یا تجارتی مفادات کے امکانات ظاہر کیے گئے۔ مبصرین کے مطابق بعض کیسز میں کارروائی کو مزید شفاف بنانے کے لیے انکوائری کمیشن یا تحقیقاتی کمیٹی کے سپرد کیا گیا تاکہ غیر جانب دارانہ انداز میں حقائق کا تعین کیا جا سکے۔ ماہرین قانون کی رائے میں اس نوعیت کے معاملات میں بلاسفیمی قوانین کا غیر محتاط یا ذاتی بنیادوں پر استعمال عدالتی شفافیت اور انصاف کے تقاضوں کو متاثر کر سکتا ہے[33]۔ ساتھ ہی یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ کہیں یہ مقدمات کسی ایسے فرد یا طبقے کو، جو انہی قوانین کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہو، محض ایک مؤثر آواز کے طور پر خاموش کرنے کی کوشش تو نہیں۔ قانون کو چاہیے کہ ایسے معاملات میں دونوں فریقین کے

مؤقف کو یکساں اہمیت دیتے ہوئے ہر زاویے سے غیر جانبدارانہ تحقیق کرے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو[34]۔

اسلامی نقطۂ نظر سے آزادیِ اظہار کی حدود اخلاقی و دینی شعور سے منسلک ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا" [35]

یعنی "لوگوں سے بھلی بات کہو" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں اظہار کی آزادی احترامِ انسانیت اور سماجی نظم کی حفاظت کے ساتھ مشروط ہے۔

وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کا پاکستان میں آئینی اور عملی کردار

وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں ایک آئینی عدالت ہے جس کا بنیادی کام یہ دیکھنا ہے کہ ملک کے تمام قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی قانون اسلامی تعلیمات سے متصادم پایا جائے تو عدالت حکومت کو اسے تبدیل کرنے یا ختم کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ اس عدالت کے جج عام طور پر اعلیٰ عدلیہ کے ججوں اور اسلامی قانون کے ماہرین پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تاہم، وفاقی شرعی عدالت سپریم کورٹ کے ماتحت ہے، کیونکہ اس کے فیصلوں کے خلاف اپیل سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ میں کی جاسکتی ہے۔[36]

اسلامی نظریاتی کونسل ایک مشاورتی ادارہ ہے جو پارلیمنٹ اور حکومت کو یہ سفارشات دیتی ہے کہ ملک کے قوانین اور پالیسیاں اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیسے بنائی جاسکتی ہیں۔ یہ کونسل خود قانون سازی یا فیصلے نافذ کرنے کا اختیار نہیں رکھتی بلکہ صرف رہنمائی اور سفارشات فراہم کرتی ہے۔ اس طرح، نہ وفاقی شرعی عدالت اور نہ ہی اسلامی نظریاتی کونسل کو سپریم کورٹ یا سینیٹ کے برابر سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ ان کا کردار مشاورتی اور شرعی نگرانی تک محدود ہے، جبکہ سپریم کورٹ عدالتی اتھارٹی اور سینیٹ قانون سازی کا اعلیٰ ادارہ ہے۔[37]

دین اسلام ہیومن رائٹس، انفرادی آزادی کی بہت منظم انداز میں بات کرتا ہے۔ بلخصوص اقلیتوں کی حقوق سے متعلق قرآن وحدیث فقہ اور پاکستان کے آئین میں کئی شواہد موجود ہیں۔

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہوچکی ہے"[38] یہ آیت مذہبی آزادی کے بنیادی اصول کو وضع کرتی ہے اور کسی پر بھی دین کو مسلط کرنے سے منع کرتی ہے۔ "تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے"[39] یہ سورۃ عقیدہ کی آزادی اور مسالمت آمیز بقائے باہمی کے اسلامی تصور کو مزید واضح کرتی ہے۔ "اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں لڑی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا"[40] یہ آیت غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی بنیاد رکھتی ہے، بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جارحانہ رویہ نہ اپنائیں۔

نبی اکرم ﷺ کی احادیث اور عملی زندگی نے اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے واضح قوانین اور اخلاقی رہنما اصول دیے۔

"خبردار! جس کسی نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی، تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا"[41]

"جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے"[42] یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس میں غیر مسلم شہری کے ناحق قتل کو انتہائی سنگین جرم قرار دیا گیا ہے.

اسلامی تاریخ اور فقہ کی معتبر کتب میں خلفاء راشدین کے دور میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی عملی مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں یہودیوں کی سابقہ عبادت گاہ کی تلاش اور اس کی صفائی میں خود حصہ لیا، لیکن اس جگہ مسجد تعمیر کرنے سے اس لیے گریز کیا کہ کہیں بعد میں آنے والے مسلمان اسے یہودیوں کے خلاف قبضہ جتانے کے لیے دلیل نہ بنالیں. یہ واقعہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کا بے مثال ثبوت پیش کرتا ہے۔[43]

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں سمرقند کے غیر مسلم باشندوں نے شکایت کی کہ شہر کی فتح اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے اس شکایت کو تسلیم کرتے ہوئے ایک قاضی مقرر کیا اور اس کے فیصلے پر عملدرآمد کرتے ہوئے مسلم فوجیں شہر خالی کر کے باہر چلی گئیں. یہ عمل اسلامی ریاست میں انصاف اور عہد کے پاسداری کی اعلیٰ مثال ہے۔[44]

اسلامی فقہ کی معتبر کتب میں غیر مسلم شہریوں (اہل ذمہ) کے حقوق واضح طور پر بیان ہوئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کتاب السیر" میں، جو "المبسوط" میں شامل ہے، اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اسلامی ریاست میں اہل ذمہ کے جان و مال اور عزت کا تحفظ مسلمانوں کی طرح ہی واجب ہے۔[45] اسی طرح، امام مالک رحمہ اللہ نے "المدونہ الکبریٰ" میں لکھا ہے کہ انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنی عبادت گاہیں قائم رکھنے کی مکمل آزادی حاصل ہے، بشرطیکہ وہ اسلامی حکومت کے قوانین کو تسلیم کریں۔[46] امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "الام" میں ان کے معاشرتی اور معاشی حقوق، جیسے کہ تجارت کرنے اور ملکیت رکھنے کے حق، کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔[47]

پاکستان کے آئین نے اقلیتوں کے تحفظ اور انہیں برابری کے حقوق دینے کی واضح ضمانت دی ہے۔ آرٹیکل 20 کے تحت ہر شہر کو "اپنے مذہب کی پیروی کرنے اور اس پر عمل کرنے کا حق" حاصل ہے۔ آرٹیکل 25 یقینی بناتا ہے کہ "تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانون کے یکساں تحفظ کے حقدار ہیں"، جس سے نسلی، مذہبی یا دیگر امتیازات کی بنیاد پر تفریق ممنوع ہے ۔ مزید برآں، آرٹیکل 36 حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ "اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ" کرے۔ ان آئینی دفعات کے علاوہ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستیں بھی ان کی سیاسی نمائندگی کو

یقینی بناتی ہیں۔[48] پاکستان اقلیتوں کے حقوق اور جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی کسی کو بھی گستاخی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ تحفظ احترامِ مذہب اور اجتماعی امن کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

بلاسفیمی قوانین کے تحت ذمی کی سزامیں اختلاف

تمام فقہی مکاتبِ فکر کے نزدیک اگر ذمی رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو وہ سزائے موت کا مستحق ہے، تاہم بعض فقہاء خصوصاً فقہِ حنفی کے بعض قدیم علماء نے اس میں کچھ رعایت کی گنجائش رکھی ہے۔ ان کے نزدیک چونکہ ذمی اسلامی ریاست کے عہدِ امان میں ہوتا ہے، اس لیے اس کے جرم کو فوری ارتداد کے درجے میں نہیں رکھا جاتا۔

فقہِ حنفی کے متاخرین علماء کی آراء کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ وہ ناموسِ رسالتؐ کے حوالے سے غیر مسلم ذمی کی گستاخی پر بھی قتل کی سزا کے قائل ہیں۔ امام طحاوی، ابنِ ہمام[49]، علامہ کاشانی[50] اور دیگر متاخرین فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی ذمی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کا عہدِ ذمہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ قتل کا مستحق قرار پاتا ہے، کیونکہ اس نے اسلامی ریاست کے نظمِ امن اور رسول اللہ ﷺ کی حرمت کو پامال کیا ہے، جو کہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اس موقف کی بنیاد قرآن و سنت کے اُن اصولوں پر ہے جن میں نبی ﷺ کی حرمت کے تحفظ کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

تاہم وہ طبقہ جو فقہِ حنفی کی متقدمین کی رائے کو لازم پکڑتا ہے تو پھر انہیں فقہِ حنفی کے دیگر احکام کو بھی تسلیم کرنا ہوگا[51]، خواہ وہ ان کے موجودہ سماجی و قانونی مزاج کے موافق نہ ہوں۔ مثلاً فقہِ حنفی میں نابالغ بچی کے نکاح، حدود کے نفاذ، اور دیگر قدیم فقہی آراء پر بھی مستقل دلائل موجود ہیں۔ اگر صرف مخصوص مسئلے میں فقہِ حنفی کی تقلید اختیار کی جائے اور باقی احکام سے صرفِ نظر کیا جائے تو یہ جزوی تقلید تضاد اور فقہی انتشار کو جنم دے گی۔ مزید یہ کہ فقہی سطح پر بعض حضرات اس اصول کے قائل ہیں کہ ذمی کو اسلامی ریاست میں مساوی شہری حقوق حاصل ہوں، جو مسلمان شہری کو حاصل ہیں، لیکن جب سزا کی باری آتی ہے تو وہی طبقہ اس مساوات کے اصول سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ ذمی پہلے ہی غیر مسلم ہے، لہٰذا اس پر "ارتداد" کی سزا کیوں؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سزا ارتداد کی نہیں بلکہ "فساد فی الارض" کی نوعیت رکھتی ہے، جیسے کوئی شخص زمین میں فساد برپا کرے یا ریاستی نظم کو چیلنج کرے تو قاضی کی صواب دید پر اسے تعزیری یا حتیٰ کہ سزائے موت بھی دی جاسکتی ہے۔ یہی اصول گستاخِ رسول ﷺ ذمی پر بھی منطبق ہوتا ہے، کیونکہ اس کا جرم صرف مذہبی نہیں بلکہ اجتماعی امن اور ریاستی حرمت کے خلاف بغاوت ہے۔ اس اعتبار سے فقہِ اسلامی میں یہ معاملہ "سیاسی و اخلاقی جرم" کی نوعیت اختیار کرتا ہے، جس میں حاکم وقت کو اختیار دیا گیا ہے کہ جرم کی سنگینی کے لحاظ سے سزا مقرر کرے۔

یہ مسئلہ ایک طویل علمی و فقہی بحث کا متقاضی ہے، جس میں نہ صرف فقہی تعبیرات بلکہ سیرتِ نبویؐ، اصولِ عدل، اور بین المذاہب تعلقات کے پہلو بھی شامل ہیں۔

پاکستان میں دوطرفہ انتہاپسندی اور اس کا حل: عوامی مذہبی دباؤ اور بین الاقوامی لبرل دباؤ کے مابین کشمکش

پاکستان میں **گستاخیٔ رسول ﷺ اور مذہبی مقدسات سے متعلق انتہاپسندی** ایک نہایت حساس اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس نوعیت کی انتہاپسندی کا اظہار عموماً مذہبی جذبات کے غیر متوازن استعمال، فکری عدم برداشت، اور قانون کے بجائے ذاتی فیصلوں کے ذریعے ردِ عمل کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اسلام کسی بھی فرد کو ازخود سزا دینے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ایسے معاملات ریاستی عدالتوں کے ذریعے طے کیے جاتے ہیں۔ جب مذہبی جذبات کو انتقام یا تشدد کا جواز بنایا جاتا ہے تو یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات، آئینِ پاکستان، اور اجتماعی امن، تینوں کے منافی ہوتا ہے۔

مردان کی عبدالولی خان یونیورسٹی کے طالب علم مشال خان پر توہینِ مذہب کا الزام لگایا گیا، جس کے بعد مشتعل ہجوم نے اسے یونیورسٹی کے اندر ہی تشدد کر کے قتل کر دیا۔ یک سری لنکن شہری پریانتھا کمارا، جو فیکٹری منیجر تھا، پر مزدوروں نے توہینِ مذہب کا الزام لگا کر اسے تشدد کے بعد ہلاک کر دیا اور لاش کو آگ لگا دی۔ یہ واقعہ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث بنا۔ اسی طرح کئی کیسز ہیں جس میں عوام نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔

دینِ اسلام حدود کی سزاؤں کو عوامی انتقام کا ذریعہ بنانے سے منع کرتا ہے اور ان کے نفاذ کا اختیار صرف ریاستی و عدالتی نظام کو دیتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ** [52]" اس آیتِ کریمہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، اور اپنے "اولی الامر" یعنی حکمرانوں کی اطاعت کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نظمِ اجتماعی اور عدالتی نظام کے بغیر کسی شخص کو سزا دینے یا قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔ امام قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "اولی الامر" سے مراد وہ حکام اور قاضی ہیں جن کے ذریعے حدود و احکام نافذ کیے جاتے ہیں۔[53] **اسْتِتَابَةِ الْإِمَامِ مَنْ يُقِيمُ الْحَدَّ قَالَ الْعُلَمَاءُ لَا يَسْتَوْفِي الْحَدَّ إِلَّا الْإِمَامُ أَوْ مَنْ فَوَّضَ ذَلِكَ إِلَيْهِ**"[54] حد کو صرف امام یا وہ شخص نافذ کر سکتا ہے جسے امام نے اس کا اختیار دیا ہو۔

ریاستِ پاکستان نے آئین میں نہ صرف **خاتم النبوۃ ﷺ اور مقدساتِ اسلامیہ** کے احترام کو یقینی بنایا ہے بلکہ ساتھ ہی عدالتی نظام کے ذریعے ان معاملات میں انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا انتظام بھی رکھا ہے۔ تاہم، بعض اوقات مذہبی عنوان کے تحت ہجوم کی صورت میں تشدد یا خودساختہ فیصلے انتہاپسندی کو بڑھاتے ہیں، جو ریاستی عملداری اور اسلام کے عدل و امن کے پیغام کے منافی ہیں۔

دوسری جانب بالا قوامی لبرل دباؤ اُس فکری نظام کا تسلسل ہے جو مغربی تہذیب کے بنیادی اصولوں یعنی **سیکولرزم، ہیومن رائٹس، انفرادی آزادی (Individual Liberty)** اور **Freedom of Expression** پر مبنی ہے۔ اس تصور کے تحت مذہب کو ریاستی معاملات سے الگ رکھنا اور اخلاقی اقدار کو انسانی خواہشات کے تابع کرنا ایک "ترقی یافتہ معاشرتی قدر" کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان پر اس دباؤ کی بنیاد اُس کے بین الاقوامی معاہدات ہیں۔

ان عالمی معاہدات کے تحت مغربی طاقتیں پاکستان پر مسلسل زور دیتی ہیں کہ وہ توہینِ مذہب اور توہینِ رسالت سے متعلق قوانین، خصوصاً تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 C- میں نرم رویہ یا قانونی اصلاحات کرے تاکہ انہیں "عالمی انسانی حقوق کے معیار" سے ہم آہنگ کیا جا سکے[55]۔ لیکن یہ دباؤ اسلامی معاشرتی اصولوں اور آئینی ڈھانچے سے متصادم نظر آتا ہے، کیونکہ آئینِ پاکستان کی دفعات (Article 2-A and Article 227) ریاست کو قرآن و سنت کی بالادستی کا پابند بناتی ہیں (Constitution of Pakistan, 1973)۔

پاکستان میں بعض ایسے قوانین بھی نافذ کیے گئے ہیں جو بظاہر بین الاقوامی لبرل دباؤ کے تحت متعارف کروائے گئے۔ ان میں سب سے نمایاں "Transgender Persons (Protection of Rights) Act, 2018" ہے، جس کے تحت ٹرانسجینڈر افراد کو اپنی جنس کی خود شناخت کا حق دیا گیا اور ان کے لیے تعلیم، ملازمت، ووٹ اور وراثت میں مساوی مواقع فراہم کرنے کا قانونی وعدہ کیا گیا۔ اگرچہ اس قانون کا مقصد انسانی حقوق کے فروغ کے طور پر پیش کیا گیا، تاہم اسلامی قانونی روایت کے مطابق جنس کا تعین حیاتیاتی بنیادوں پر ہوتا ہے، نہ کہ شخصی انتخاب پر۔ چنانچہ اس قانون پر مختلف دینی و فقہی حلقوں نے تنقید کی کہ یہ اسلامی شریعت کے بعض بنیادی اصولوں سے متصادم ہے اور مغربی فکر کی مطابقت میں بنایا گیا ہے۔[56]

نتیجتاً، پاکستان کے لیے اصل چیلنج یہ ہے کہ وہ ایک جانب اپنے بین الاقوامی معاہدات کی پاسداری کرے، اور دوسری جانب اپنی نظریاتی اساس، اسلامی تشخص اور شرعی اقدار کا تحفظ بھی یقینی بنائے۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں بین الاقوامی لبرل دباؤ اور اسلامی اخلاقی نظام کے درمیان ایک فکری و قانونی کشمکش پیدا ہوتی ہے، جس کا حل صرف اعتدال، توازن اور شریعت کے مطابق قانونی تعبیر میں مضمر ہے۔

نتائج (Conclusion)

پاکستان میں بلاس فیمی قوانین مذہبی تقدس کے تحفظ کے لیے بنائے گئے تھے، اور ان کا بنیادی مقصد مقدسات کی توہین سے معاشرے کو محفوظ رکھنا تھا۔ تاہم موجودہ صورتِ حال اس امر کو واضح کرتی ہے کہ ان قوانین کے عملی نفاذ میں کئی رکاوٹیں اور مسائل موجود ہیں۔ ان قوانین کا اکثر افراد یا گروہ ذاتی دشمنی، معاشرتی دباؤ اور انتقامی مقاصد کے لیے غلط استعمال بھی کرتے ہیں، جس سے قانون کی حقیقی روح اور مقصد متاثر ہوتا ہے۔ تحقیقی مطالعہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ مقدمات کی تفتیش اور عدالتی پراسیس اکثر غیر منظم، سست اور سماجی دباؤ کے زیرِ اثر ہوتا ہے، جس کے باعث بے گناہ افراد کو بھی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی کے ساتھ معاشرے میں مذہبی جذباتیت اور شدت پسندی کا عنصر عدالتی عمل میں رکاوٹ بنتا ہے اور قانون کے منصفانہ استعمال کو مشکل بنا دیتا ہے۔ اگرچہ یہ قوانین مذہبی احترام کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں، مگر حقیقی فائدہ اسی وقت ممکن ہے جب ان کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے باقاعدہ عدالتی اصلاحات، شفاف تفتیشی نظام، اور معاشرتی آگاہی پیدا کی جائے۔ اس کے ساتھ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک ایسا ماحول قائم کرے جہاں مذہبی مقدسات کا احترام بھی محفوظ رہے اور بے گناہ شہری بھی انتقامی الزامات سے بچ سکیں۔

لہٰذا، تحقیق کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ بلاس فیمی قوانین کا تحفظ لازم ہے، مگر ان کی اصلاح، شفاف نفاذ اور غلط استعمال کی روک تھام، موجودہ حالات کی ناگزیر ضرورت ہے۔

سفارشات

1. بلاسفیمی کیسز میں قانون کو خود ہاتھ میں لینے کے بجائے ریاستی اور عدالتی عملداری کو یقینی بنایا جائے تاکہ معاشرے میں قانون پر اعتماد بحال ہو۔
2. عدالتی نظام میں طویل المدتی سماعتوں اور غیر ضروری تاخیر کو کم کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں۔ مقدمات کے بروقت فیصلے کے لیے تحقیق و تفتیش کے عمل کو منظم، شفاف اور جدید تقاضوں کے مطابق مؤثر بنایا جائے، تاکہ عوام میں عدلیہ پر اعتماد بحال ہو اور خود انصاف کرنے کے رجحان کی حوصلہ شکنی ہو۔
3. الزامات کی تحقیقات کے لیے غیر جانبدار اور پیشہ ورانہ تفتیشی نظام قائم کیا جائے تاکہ بے گناہ افراد کو جھوٹے مقدمات سے محفوظ رکھا جاسکے۔ بلخصوص بلاسفیمی بزبس کیس کی مکمل تحقیق کی جائے۔
4. بلاسفیمی کے قوانین کو ذاتی دشمنی یا فرقہ وارانہ انتقام کے لیے استعمال کرنے والوں کے خلاف مؤثر قانونی کارروائی کی جائے تاکہ قانون کا غلط استعمال روکا جاسکے۔
5. عوام میں آگاہی اور مذہبی شعور پیدا کیا جائے کہ گستاخی کے کسی بھی الزام پر فیصلہ عدلیہ ہی کر سکتی ہے، عوام یا گروہوں کو قانون ہاتھ میں لینے کا کوئی حق نہیں۔
6. عدالتی کارروائی میں شامل ججوں، گواہوں اور وکلا کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے تاکہ دباؤ یا خوف کے بغیر انصاف ممکن ہو سکے۔
7. مذہبی رہنماؤں اور تعلیمی اداروں کے ذریعے برداشت، رواداری اور مکالمے کی ثقافت کو فروغ دیا جائے تاکہ شدت پسندی کے رجحانات کم ہوں۔
8. بلاسفیمی قوانین میں پائے جانے والے ابہامات کو دور کرنے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل اور ماہرینِ قانون کی مدد سے واضح اور متوازن اصلاحات کی جائیں۔

References

[1] Harper, D. (2024). Blasphemy. In Online Etymology Dictionary (para. 1). Retrieved October 10, 2025, from https://www.etymonline.com/word/blasphemy , 10-11-2025,2:00pm

[2] Oxford English Dictionary. (2024). Blasphemy, n. In OED Online (Vol. II, p. 417). Oxford: Oxford University Press. Retrieved from https://www.oed.com/,10-11-2025,2:00 pm

[3] Ibn Manzur, Lisan al-Arab, root: س ب ب, Nashr Adab al-Hawzah, Iran, 1405 AH, Vol. 1, p. 455.

[4] Zubaidi, Taj al-'Arus min Jawahir al-Qamus, root: س ب ب, Dar al-Hidayah, Cairo,Vol. 3, p. 45

[5] Raghib al-Isfahani, Al-Mufradat fi Gharib al-Qur'an, root:س ب ب , Dar al-'Ilm, Beirut p. 245.

[6] Al-An'am, 6:108.

[7] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-'Azim, Vol. 3, p. 282, Dar al-Fikr, Damascus.

[8] Sahih al-Bukhari, Kitab al-Adab, "Bab Ma Yanha Min al-Sabb wa al-La'n," Hadith no. 6044.

[9] Surah Al-Ahzab, 33:57

[10] Sahih al-Bukhari, Kitab al-Maghazi, Bab: Qissat Qatl Ka'b ibn al-Ashraf al-Yahudi, Hadith No. 4037

[11] Sunan Abi Dawud, Kitab al-Hudud, Bab: al-Hukm fi man sabba al-Nabiyy ﷺ, Hadith No. 4361

[12] Al-Zuhaili, Wahbah. Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuh, Vol. 7. Dar al-Fikr, 4th Revised Edition, 1433 AH, Damascus, p. 5577.

[13] Allama Abu Bakr Ahmad bin Ali Razi (may Allah have mercy on him), Ahkam al-Quran: 3/112

[14] Pakistan Penal Code, Section 295, Act XLV of 1860, Government of Pakistan, Ministry of Law and Justice, Islamabad: Government Printing Press

[15] Criminal Law Amendment Act XXV of 1927, incorporated in Pakistan Penal Code, Section 295-A, Government of Pakistan, Ministry of Law and Justice, Islamabad: Government Printing Press

[16] Criminal Law Amendment Act III of 1982, inserted as Section 295-B in Pakistan Penal Code, Government of Pakistan, Ministry of Law and Justice, Islamabad: Government Printing Press

[17] Criminal Law (Amendment) Act III of 1986, inserted as Section 295-C in Pakistan Penal Code, Government of Pakistan, Ministry of Law and Justice, Islamabad: Government Printing Press

[18] Federal Shariat Court Judgment, PLD 1991 FSC 10, Government of Pakistan, Islamabad

[19] Criminal Law (Amendment) Ordinance XX of 1984, inserted as Section 298-B in Pakistan Penal Code, Government of Pakistan, Ministry of Law and Justice, Islamabad: Government Printing Press

[20] Criminal Law (Amendment) Ordinance XX of 1984, inserted as Section 298-C in Pakistan Penal Code, Government of Pakistan, Ministry of Law and Justice, Islamabad: Government Printing Press

[21] Government of Pakistan. (1860). Pakistan Penal Code (Act XLV of 1860). Sections 295–298. Islamabad: National Assembly of Pakistan

[22] Government of Pakistan. (1927). Pakistan Penal Code (Amendment) Act, 1927. Section 295-A. Islamabad: Ministry of Law and Justice.

[23] Government of Pakistan. (1980). Criminal Law (Amendment) Act, 1980. Section 298-A. Islamabad: Ministry of Law and Parliamentary Affairs.

[24] Government of Pakistan. (1982). Criminal Law (Amendment) Act, 1982. Section 295-B. Islamabad: Government Press.

[25] Government of Pakistan. (1984). Criminal Law (Amendment) Act, 1984. Amendments relating to religious offences. Islamabad: Government Press.

[26] Government of Pakistan. (1984). Anti-Islamic Activities of Ahmadis (Prohibition and Punishment) Ordinance, 1984. Sections 298-B and 298-C. Islamabad: National Assembly of Pakistan.

[27] Government of Pakistan. (1986). Criminal Law (Amendment) Act, 1986. Section 295-C. Islamabad: Ministry of Law and Justice.

[28] Federal Shariat Court of Pakistan. (1990). Judgment on Section 295-C (PLD 1991 FSC 10). Islamabad: Federal Shariat Court.

[29] European Court of Human Rights. (2018). E.S. v. Austria (Application no. 38450/12). Strasbourg: European Court of Human Rights.

[30] Strafgesetzbuch (German Criminal Code, §86a – "Use of Symbols of Unconstitutional Organizations," Federal Ministry of Justice, Germany, 2024).

[31] (Strafgesetzbuch (German Criminal Code), §130 – "Incitement to Hatred," Federal Ministry of Justice, Germany, 2024).

[32] (Grundgesetz für die Bundesrepublik Deutschland (Basic Law for the Federal Republic of Germany), Article 102, 1949).؛ (Amnesty International, "Germany: Totally Abolitionist," Report, 2023).

[33] Human Rights Watch, Exploiting Pakistan's Blasphemy Laws for Blackmail and Profit, 2025
[34] Dissent Today, Blasphemy and Business Interests in Pakistan, 2025
[35] Surah Al-Baqarah (2:383)
[36] Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Articles 203-A to 203-J, and Articles 228–230.
[37] Islamic Ideological Council Act, 1962; Government of Pakistan, Council of Islamic Ideology, Official Website.
[38] Surah Al-Baqarah (2:256)
[39] Surah Al-Kāfirūn (109:6)
[40] Surah Al-Mumtahanah (60:8)
[41] Abu Dawud, Al-Sunan, Kitāb al-Kharāj wa al-Imārah wa al-Fay', Bāb fī Ta'shīr Ahl al-Dhimmah, vol. 3, p. 170, ḥadīth no. 3052.
[42] Al-Bukhari, Muhammad ibn Isma'il. Al-Sahih, Kitāb al-Jizyah, Bāb Ithm man Qatala Mu'āhadan bighayri Jurm, vol. 3, p. 1155, ḥadīth no. 2995.
[43] Ibn Kathir, Abu al-Fida' 'Imad al-Din al-Dimashqi. Al-Bidayah wa al-Nihayah, Nafees Academy, Urdu Bazaar, Karachi,VOl 7,pg 85
[44] Abid,Vol 9,Pg 212to 229
[45] Al-Sarakhsi, Al-Mabsut, Dar al-Ma'rifah, Beirut, n.d., Vol. 10, p. 81.
[46] Malik ibn Anas, Al-Mudawwanah al-Kubra, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut, n.d., Vol. 3, p. 245.
[47] Al-Shafi'i, Kitab al-Umm, Dar al-Ma'rifah, Beirut, n.d., Vol. 4, p. 179.
[48] Government of Pakistan, Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, National Assembly of Pakistan, Islamabad, 1973, Arts. 20, 25, 36.
[49] Ibn al-Humam, Kamal al-Din Muhammad ibn 'Abd al-Wahid, Fath al-Qadir, Sharikat Maktabat wa Matba'at Mustafa al-Babi al-Halabi wa Awladuhu, Cairo, n.d., Vol. 6, p. 98.
[50] Al-Shawkānī, Muḥammad ibn ʿAlī. al-Darārī al-Muḍīyah Sharḥ al-Durar al-Bahīyah. Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, 1407 AH / 1987 CE.
[51] "Shātim-e-Rasūl aur Ḥanafī Fuqahā ka Mauqif – ʿArafāt Mazhar ke Daʿwōn kā Jāʾizah." al-Ilḥād al-Jadīd kā ʿIlmī Muḥākamah, March 22, 2016. Retrieved from https://ilhaad.com/2016/03/shatim-e-rasool-aur-hanafi-fuqaha-ka-moqif/10-31-2025 ،11:14

[52] Al-Nisā' (4:59)

[53] Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qur'ān, al-Qurṭubī, jild 5, safah 260

[54] Al-Nawawī, Abū Zakariyyā Yaḥyā ibn Sharaf. Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj. Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1392 AH, Vol. 18.

[55] Human Rights Committee. (2021). Report on Freedom of Expression and Religious Sensitivity in Pakistan.

[56] Government of Pakistan. Transgender Persons (Protection of Rights) Act, 2018. Islamabad: National Assembly of Pakistan.